© rasailojaraid.com

ڈاکٹر عبدالرحمان شاہ ولی الازہری

علامہ اقبالؒ — عربوں کی نظر میں

اقبالؔ کو عربوں کی زبان اور تہذیب سے اور رسول عربی صلے اللہ علیہ کی قوم و وطن سے نہ صرف انتہائی محبت تھی بلکہ طبعی مناسبت اور لگاؤ بھی تھا، پھر یہ محبّت درجۂ عشق تک اس لیے جا پہنچی کہ آپ کے خیال میں اُمتِ عربی کا وجود و بقاء محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے وابستہ تھا۔ آپ کو ہر وقت سکون و سرور کی خاطر نسیم حجاز کا انتظار رہا۔

ع سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید؟ — نسیمِ از حجاز آید کہ ناید؟

اقبال کو بادِ صحرائے عرب سے ہمیشہ انقلاب کی توقع رہی۔

ع نوائے بادِ بیابان از عرب خیز — ز نیل مصریاں موجے بینگیز!

اقبالؔ نے عربوں کے شاندار ماضی اور عظمت پر فخر کیا اور اُن کے زوال اور پس ماندگی پر خوُن کے آنسو بہاتے ہوئے اُن کو اپنا مقام دوبارہ حاصل کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ اپنے حکیمانہ کلام سے بعض عرب حکام کو انتہائی بلیغ انداز میں ملامت بھی کی۔ آپ نے اپنے اشعار میں فاروق مصر کو یوں پیغام بھیجا۔

ع بگو فاروق را پیغام فاروق — کہ خود در قصرِ سلطانی بیا ویز

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد — ضمیرش باقی و فانی بہم کرد!
ولیکن الاماں از دورِ حاضر — کہ سلطانی بشیطانی بہم کرد

اقبال یہ تمنّا اور حسرت لے کر اپنے رب سے جا ملے کاش کہ اُن کو عربی پر زیادہ عبور حاصل ہوتا تو اپنا کلام بجائے فارسی کے عربی میں مُسلمانوں کو پیش کرتے۔ اقبال کی یہ آرزو اور تمنّا درحقیقت اس کی اس عقیدت کی عکاسی تھی کہ عربی مُسلمانوں کی زبان ہے اور انسانی اتحاد کا مرکز بجائے جینوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت علامہ کے یہ افکار درحقیقت اس کی اسلام سے گہری عقیدت اور محبت کا نتیجہ تھا۔ ورنہ ان حالات اور اس زمانے میں جس میں اقبال ہیں اس قسم کی باتیں سوچنا اور اس کا برملا اظہار کرنا ہر کس و ناکس کی بس کی بات نہ تھی۔

اقبال کی اسلام اور عربوں سے عقیدت اور اُس کے حریت پسندانہ جدید افکار جُوں جُوں عرب کے دانشوروں کے علم میں آتے رہے تو انہوں نے اس کو سراہتے ہوئے اقبال کے مزید افکار کی جستجو میں مصروف ہوتے رہے۔ چنانچہ جب حضرت علامہ اقبال نے مصر میں ڈاکٹر عبدالوہاب عزام اور دیگر دانشوروں سے ملاقات کی تو اس وقت سے عربوں کی نظر اقبال کی شخصیت اور مقام دانش پر پڑھنے سے ان میں محکمہ اقبال سے روشناس ہونے کا جذبہ پیدا ہوا اور علامہ کے فوت ہونے کے بعد جب ڈاکٹر عبدالوہاب عزام مصر کے پہلے سفیر کی حیثیت سے پاکستان تشریف لے آئے تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ اقبال کی کچھ کتابوں کا منظوم ترجمہ کیا بلکہ اقبال کے حضور میں منظوم نذرانہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اقبال کے فکر و زندگی پر بھی عربی میں لکھا۔ جس سے اقبال کا تعارف عربوں میں کافی تفصیل سے ہوا۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کے کچھ شعر اقبال کے مزار پہ کندہ ہیں جن میں اقبال کے اس بیت: نسیم از حجاز آید کہ ناید! کا جواب اور اقبال سے انتہائی عقیدت کا اظہار پایا جاتا ہے:۔

۱۹۳۱ء میں جب علامہ مرحوم مؤتمر اسلامی کے سلسلہ میں بیت المقدس تشریف لے گئے تو اس وقت ان سے ملنے والوں میں لبنان کے مشہور عرب دانشور اکرم زعیتر بھی تھے۔ انہوں نے علامہ سے اپنی اس ملاقات کے کچھ تاثرات مجلہ (العربی) کے صفحات پر ۱۹۷۶ء میں یادداشت کے زیر عنوان اس طرح بیان کئے ہیں:۔

"اقبال نے اس وقت اپنے لیکچر میں فرمایا تھا کہ مسلمان جب پیدا ہو کر لاالہ الا اللہ سنتا ہے اور پھر اس کو بار بار دہراتا ہے تو یہ درحقیقت اس کی طرف سے خدا کے ساتھ عہد ہے کہ وہ مقدس مقامات کی حفاظت کرے گا"۔

میں نے اقبال سے مل کر باتیں کیں اور وہ مجھے بہت ہی پسند آئیں اور مجھ کو یاد ہے کہ جب مؤتمر ختم ہونے سے پہلے علامہ اقبال کو مجبوراً جانا تھا تو انہوں نے مؤتمر کو انتہائی مؤثر الفاظ سے رخصت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر تم نے اپنے آپ کو بدلا تو پورے جہاں کو بدل دو گے۔ اس وقت عالم اسلام کو دو سنگین خطرات درپیش ہیں اور دونوں کا مصدر یورپ ہے۔ ان خطرات میں پہلا الحاد اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرا انتہا پسند وطنیت ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ صرف اسلام ہی ان خطرات کو روک سکتا ہے علاقائی وطنیت جس میں اعتدال ہو مضر رساں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے میرے آنسو بہائے کہ میں انبیاء میں سے تمہارا حصہ ہوں اور تم امتوں میں سے میرا حصہ ہو۔ مجھ کو تو اس پر فخر ہے کہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہوں۔ لیکن کیا ان کو اس پر فخر ہے کہ میں ان کا پیروکار ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام کا مستقبل عرب سے وابستہ ہے۔ اگر عرب آپس میں مل جائیں تو اسلام اور مسلمان سربلند ہوں گے"۔

اس مؤتمر میں مصر کے مشہور مفکر علامہ رشید رضا مرحوم بھی تھے جنہوں نے علامہ اقبال کو ان الفاظ سے رخصت کیا:۔

"ہم اپنے عظیم اسلامی شاعر کو ایسا ہی خدا حافظ کہتے ہیں جیسا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو کہتا ہے"۔

اب آپ خود اس عرب مفکر کے اس تاثر سے جس کو اس نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۷۶ء تک اپنے سینہ میں محفوظ رکھا۔ اقبال سے گہری عقیدت اور محبت کا اندازہ لگا لیجئے۔ پھر اس کے ان چند کلمات سے آپ علامہ مرحوم کی بصیرت کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں۔ کیونکہ اب تو عربوں کے اتحاد کی اہمیت اور مسلمانوں کو مقدس مقامات کی حفاظت میں شریک ہونے کی اہمیت سب پر عیاں ہے۔

اقبال کی یہ پرکشش شخصیت اور حریت پسندانہ ایمان سے لبریز فکر ہی عرب دانشوروں کو ان سے عقیدت اور ان کی تعریف کرنے پر مجبور کر گئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اہم شخصیات نے اقبال اور فکر اقبال پر عربی زمانے میں مقالے لکھے جو مصر، شام، عراق اور کویت کے اخبارات اور مجلات میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔ مشہور اسلامی مفکر عباس محمود العقاد اقبال اور فکر اقبال پر لکھ چکے ہیں۔ اور اسی طرح ڈاکٹر محمد حسنین ہیکل، ڈاکٹر زیات ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطئ۔ ڈاکٹر شوقی ضیف، ڈاکٹر عبد الوہاب عزام، ڈاکٹر طہٰ حسین، ڈاکٹر محمد السعید، جمال الدین وغیرہ۔ مصری مفکرین نے اقبال پر لکھا ہے۔ اس کے علاوہ عراق اور لبنان کے دانشوروں نے بھی اقبال پر لکھا ہے۔ لیکن اقبال پر جو کچھ بھی عربی میں لکھا گیا ہے وہ سب چھپا نہیں کچھ غیر طبع مواد بھی ہے لیکن ان سب کے جائزہ اور تفصیل کو یہ مختصر مقالہ نہیں سما سکتا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے "روائع اقبال" کے نام سے فکر اقبال اور اس کی شخصیت پر عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب اس سلسلہ میں زیادہ اہمیت کی حامل ہے اس لیے کہ ندوی صاحب کی ایک طرف اگر فلسفہ اقبال پر نظر ہے تو دوسری طرف اس کے فلسفہ اور ذوق سے لگاؤ اور مناسبت بھی ہے اس لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ تو بعض عرب مفکرین کی طرح اقبال کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور نہ ہمارے بعض پاکستانی دانشوروں کی طرح فکرِ اقبال سے لگاؤ اور طبعی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی فکر کی ایسی تاویلیں کیں جو کہ اُن کے منشاء کے خلاف تھے۔

فکرِ اقبال چونکہ اسلامی فلسفہ کا جزو سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے عصرِ حاضر میں جس عرب دانشور نے اسلامی فلسفہ پر لکھا تو اس نے اقبال کے متعلق کچھ نہ کچھ تو ضرور ہی لکھا ہے۔ لہذا اقبال اور فکرِ اقبال پر اسلامی فلسفہ کی کتابوں میں اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ اس میں اقبال پر تنقید بھی کی اور اس کے افکار کی شرح اور توضیح کے ساتھ اس کا موازنہ دیگر مفکّرین کے افکار سے بھی کیا گیا ہے۔

جن عرب مفکّرین نے اقبال کے فلسفہ پر تنقید کی ہے ان میں ڈاکٹر محمد البہی کا نام سرفہرست ہے۔ ڈاکٹر محمد البہی اپنے متوازن فکر اور جدید مولفات سے عالم اسلام میں بہت شہرت کے مالک ہیں۔ اس لیے اس کی یہ تنقید جو کہ اس نے اپنی کتاب (الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار) میں فلسفہ اقبال پر کی ہے۔ اس کا عالم عرب کے علمی حلقوں میں کافی اثر ہے۔ مصر کے سابق وزیر اوقاف اور الازہر کے مدیر ڈاکٹر البہی نے مذکورہ کتاب میں فکرِ اقبال کے اہم مسائل کی شرح اور توضیح کے بعد ان کا موازنہ مستشرقین اور مفکّرین عرب کے افکار سے کیا۔ پھر اقبال کا کچھ باتوں میں ان سے تاثر کو واضح کرتے ہوئے اس کے نظریہ بعد الموت پر اعتراض کیا۔ اسی طرح اقبال کے بعض آیات قرآنیہ سے استنباط پر بھی نکتہ چینی کی۔

بعض عرب دانشوروں نے اقبال پر تنقید علامہ کی کتابوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو کر کی ہے۔ لیکن ڈاکٹر محمد البہی کی تنقید کافی علمی وزن رکھتی ہے۔ اس لیے اس کے تفصیلاً جائزہ لینے کے لیے عربی زبان میں ایک علمی مقالہ درکار ہے۔ اقبال کی تمام کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہو چکا ہے۔ کچھ کتابوں کا منظوم ترجمہ ہوا ہے جیسا کہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام اور الشیخ الصاوی الشعلان نے شعر کا ترجمہ شعر ہی میں کیا ہے اور بعض کتابوں کا ترجمہ نثر میں ہوا ہے۔ جیسا کہ تشکیل الٰہیات جدیدہ کا ترجمہ عباس محمود نے کیا ہے۔ لہٰذا اب اقبال کے متعلق عرب دنیا میں غلط فہمی پیدا ہونے کے مواقع کم ہیں۔

فکرِ اقبال چونکہ جدید مسلم فلاسفی کا جز ہے۔ اس لیے جمال الدین الافغانی مفتی محمد عبدہ کے افکار کے ساتھ فکرِ اقبال بھی عرب یونیورسٹیوں میں مقررہ مضامین میں سے ہے۔ ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مقالے بھی اقبال اور اُس کے فلسفہ پر عربی زبان میں عرب یونیورسٹیوں میں لکھے گئے ہیں۔

تقریباً آٹھ سال قبل الازہر کے شعبۂ فلسفہ میں ایک ہندوستانی طالب علم عبداللہ شرکاتو نے (الفیلسوف الہندی محمد اقبال) کے عنوان سے ایک مقالہ پیش کیا۔ دوسرا مقالہ اسی شعبہ میں ڈاکٹر محمد ضیاء الدین الکوی نے "فلسفہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الذاتیہ عند اقبال " کے زیر عنوان پیش کیا تھا۔ قاہرہ کی عین الشمس یونیورسٹی میں ڈاکٹر محمد السعید جمال الدین نے بھی اس موضوع پر مقالہ پیش کیا تھا جس کو کویت کے مشہور مجلہ (العربی) نے اپنے صفحات پر جگہ دی۔ جن لوگوں نے اس پر تنقید کی وہ العربی میں نشر ہوئی۔ اسی طرح ایک مصری طالب علم نے جامعہ پنجاب میں اقبال پر ایک مقالہ عربی زبان میں لکھا جو پاکستان ریڈیو سے نشر ہوا۔

کلامِ اقبال چونکہ فلسفہ کے علاوہ شعبہ " السنہ " شرقیہ کا بھی مضمون ہے اس لیے اس شعبہ میں علامہ کے فارسی اور اردو اشعار مقررہ مضامین کے ضمن میں پڑھائے جاتے ہیں۔

عرب ممالک کے سکولوں میں اقبال کی تاریخ حیات اور کچھ ترجمہ شدہ ترانے عرب بچوں کو یاد کرائے جاتے ہیں۔ سعودی عرب کے پرائمری سکولوں میں اقبال کا ترانہ جس کی ابتدا " چین و عرب ہمارا " سے ہوتی ہے عرب بچوں کو یاد کرایا جاتا ہے۔ اس ترانے کے عربی میں ترجمہ کے اشعار علامہ کے اشعار جیسے با اثر ہیں جن کو الشیخ الحاوی الشعلان سے ترجمہ کیا ہے۔ مصر کے سابق وزیر اوقاف اور موجودہ شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود سے میں نے سنا تھا کہ انہوں نے علامہ اقبال سے عقیدت کی وجہ سے ان کے افکار کا مطالعہ کیا اور کچھ اس کے بارے میں لکھا بھی لیکن اقبال سے نظریہ بحث بعد الموت میں اختلاف کے باعث اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ بعد میں شائع کیا جائے گا۔ فکر اقبال کے بارہ میں متعدد مکالے عربی زبان میں عرب ممالک کے ریڈیو اور ٹی وی سے بھی نشر ہوتے رہے۔

چند سال قبل جناب فضل محمود صاحب صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی کا ایک مقالہ لیبیا ریڈیو نے نشر کیا تھا اسی طرح مصر میں ہر سال یوم اقبال بڑی دھوم اور شوق و محبت سے منایا جاتا ہے جس میں یونیورسٹیوں کے اساتذہ بڑے قیمتی مقالے پڑھتے ہیں اور مصر کے ریڈیو اور ٹی وی سے اس کے اقتباسات نشر کئے جاتے ہیں۔ جس کا عرب عوام پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ شعر اقبال کا عرب پر اثر کرنے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم نے کلام اقبال کو گایا تو (حدیث الروح) کے کچھ اشعار قاہرہ کے بازاروں میں متعدد دکانوں پر چسپاں نظر آنے لگے۔

" آخر میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ اقبال پر اگرچہ عربی زبان میں کافی کام ہوا ہے لیکن فکر اقبال پر اسلامی فلسفہ کی طرز پر عربی زبان میں ایک کتاب لکھنے کی اشد ضرورت ہے "

© rasailojaraid.com